افادات مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
مرتب: مولانا محمد عزیز اللہ ندوی

مرد عورت کے باہمی تعلقات

نکاح ایک عبادت، ایک ذمہ داری:

نکاح زندگی کی اہم ضرورت ہے، اس ضرورت کے پورا کرنے میں سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں، نکاح ایک اہم ترین عبادت بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی، آپ نے فرمایا: "النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منی" نکاح میری سنت ہے، جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں، بیوی سے اچھے تعلقات رکھنے، اس سے ہنسنے، بولنے، اس کے حقوق ادا کرنے میں بڑا ثواب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت میں اپنی امت کی زیادتی پر فخر کروں گا۔

کھانا پینا بھی زندگی کی اہم ترین ضرورت ہے اور عبادت بھی ہے، اگر آدمی سنت کے مطابق کھائے اور نیت یہ ہو کہ اس کے کھانے سے جو قوت آئے گی، اللہ کی مرضیات پر صرف ہوگی، نیز ذہن اس طرف بھی جائے کہ اللہ تعالی یہ روزی ہمارے لیے کن کن حکمتوں سے پیدا فرماتا ہے، تو یہی کھانا کھانا جو بظاہر عبادت نہیں معلوم ہوتا، ثواب رکھتا ہے، کھانے کو اللہ تعالی نے بقائے زندگی کا ذریعہ بنایا ہے، اسی طرح نکاح اور بیوی کے حقوق کی ادائیگی کو نسل انسانی کا ذریعہ بنایا ہے ایک بار صحابہ کرام کے اس اشکال وسوال پر کہ کیا یہ بیوی سے ملنا جلنا بھی عبادت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں، اگر انسان اپنی خواہشات غلط جگہ پوری کرے تو گناہ ہے کہ نہیں؟ صحابہ کرام نے جواب دیا ضرور ہے۔ حضورؐ نے سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ جو چیز گناہ سے بچائے اس میں ثواب کیوں نہیں ہے؟

مسلمانوں کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو شریعت سے خالی ہو اور شریعت کی پابندی میں بہر حال ثواب ہے اور مخالفت یا ترک میں گناہ ہے۔ لیکن افسوس جس طرح کھانے کی سنت وعبادت سے غفلت ہی غفلت ہے اسی طرح نکاح کی عبادت سے بھی غفلت ہی غفلت ہے، نکاح ہوتا ہے، پورا خاندان خوشی مناتا ہے، سارے اعزا خوشی مناتے ہیں لیکن بقول ایک بزرگ کے کہ نکاح کے موقع پر سارے روٹھے منائے جاتے ہیں، نائی، دھوبی، بھشتی حتی کہ بھنگی کو بھی خوش کر لیا جاتا ہے، مگر معاذ اللہ، اللہ ورسول کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی اور کہا جاتا ہے کہ یہ تو ارمان نکلنے کا وقت ہے، سارے منہیات کیے جاتے ہیں، کھانوں میں بے جا تکلفات، جہیز کے دکھاوے، جہیز کے مطالبات، حیثیت سے زیادہ مہر،

باجا گا جا اور نہ جانے کیا کیا، یاد رکھو وہ ارمان ارمان نہیں جس سے اللہ ورسول کی ناراضگی ملے۔
یہ نکاح یہی نہیں کہ اس سے دو بچھڑے ہوئے دل مل جاتے ہیں، یہی نہیں کہ یہ اعزا واقربا کی ملاقات اور ان کی خدمت کا ذریعہ ہے، یہی نہیں کہ دعوتیں کھانے کھلانے اور دوست واحباب کو پوچھنے کا بہانہ ہے، بلکہ یہ اللہ کی روٹھی ہوئی رحمت کو منا لینے کا بھی ذریعہ ہے، بشرطیکہ یہ نکاح، یہ شادی، یہ ولیمہ حدود شریعت اور سنت کے مطابق ہو، اس شادی سے لڑکے کے گھر میں کوئی کمی نہیں آتی بلکہ فرد کا اضافہ ہوتا ہے لیکن بعض نوجوان اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک کا اضافہ کر کے بہنوں کو نکال دیتے ہیں، یعنی ماں، باپ، بھائی بہنوں وغیرہ کو بھول کر صرف بیوی کے ہو رہتے ہیں، یاد رکھو جس اللہ کے نام سے دو غیر ایک ہوئے ہیں، اسی کا حکم ہے "واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام" جس اللہ کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو تم بھی اس اللہ سے ڈرو اور قرابتوں کا لحاظ رکھو، ماں کا خیال رکھو، باپ کا خیال رکھو، بھائی بہنوں کی محبت باقی رکھو اور تمام عزیزوں کے حقوق ادا کرو اور بیوی سے بھی محبت والفت سے پیش آؤ، اس کے حقوق بھی ادا کرو۔

شادی کا پیغام: شادی کا پیغام یا منگنی کی رسموں کے بارے میں غالباً ہندو اور مسلمانوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے، اس میں خاندانی حیثیت، اقتصادی حالت اور رسم ورواج کی پابندی اور عدم پابندی کو بہت دخل ہے، جدید تعلیم اور تمدن ان سب چیزوں پر یکساں اثر انداز ہوا ہے۔

شادی محض ایک ضرورت کی تکمیل ہی نہیں ہے بلکہ یہ بہت بڑی عبادت ہے، اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہے، جیسے نماز، کوئی اور فرق نہیں ہے، صرف صورت کا فرق ہے، یہ نکاح محض رسم نہیں ہے، اسلام میں رسمی اور رواجی چیزوں کا تصور ہی نہیں، یہاں آ کر یہ تصور پیدا ہو گیا ہے، مگر ہے عبادت، عبادت ہی کے ذہن سے نکاح کیا جائے اور عبادت ہی کے ذہن سے اس میں شریک ہوا جائے۔

نکاح میں اسلاف کا طریقہ کار: اسلام میں نکاح کا فریضہ اور شادی کی تقریب بہت سادہ اور مختصر تھی، اس کو زندگی کے ایک فریضہ، ایک فطری تقاضہ اور ایک عبادت کی حیثیت سے ادا کیا جاتا تھا، صرف ایجاب وقبول کے دو لفظ اور دو گواہ اس کے لیے ضروری ہیں، اس کا مقصد یہ ضمانت ہے کہ یہ تعلق مجرمانہ اور رازدارانہ طریقہ پر اور چوری چھپے نہیں ہے، اسی لیے کسی قدر اعلان اور تشہیر کے ساتھ اس کا ہونا ضروری ہے، اور اس کے لیے گواہ لازمی ہیں، مرد مہر کا ادا کرنا ضروری سمجھے، اور عورت کی حفاظت وعزت اور اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری لے، اس کے سوا کوئی اور چیز ضروری نہ تھی، اسلام کی تاریخ میں اس کی بھی مثالیں ملتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم اور مدینہ کی آبادی محدود تھی، بعض ایسے صحابیوں نے جو مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور جن کے رسول سے نہایت گہرے خاندانی اور وطنی تعلقات تھے، مدینہ میں شادی کی اور خود پیغمبر اسلام کو (جن کی شرکت

باعث برکت بھی اور موجب عزت بھی تھی) محفل نکاح میں شرکت کی دعوت کی ضرورت نہیں سمجھی اور آپ کو اس پر مسرت واقعہ کا علم واقعہ کے انجام پائے جانے کے بعد کسی قرینہ سے ہوا۔

نکاح کے وقت مختصر سی تقریر اور حقوق زوجین کا ذکر: اب کچھ عرصہ سے بہت سے علماء خطبہ کا عربی حصہ اور آیات پڑھنے کے بعد اردو میں مختصر تقریر کرنے لگے ہیں، جس میں نکاح کی حقیقت اور اس کے فرائض اور ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ محض رسمی اور تفریحی ہو کر نہ رہ جائے بلکہ اس میں نوشہ اور حاضرین مجلس کو دینی اور اخلاقی پیام ملے اور ان کے اندر احساس ذمہ داری بیدار ہو۔

ایک تقریر کا نمونہ: یہاں اس تقریر کا ایک نمونہ درج کیا جاتا ہے جو ایک محفل نکاح میں ریکارڈ کر لی گئی تھی اور جو اس اصلاحی طرز کی بہت حد تک نمائندگی کرتی ہے، خطبہ مسنونہ کے بعد!

"اعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم ، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیراً ونساء واتقوا اللّٰہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللّٰہ کان علیکم رقیباً"۔

"یایھاالذین آمنوا اتقواللّٰہ حق تقاتہ ولاتموتن الاوانتم مسلمون"۔

"یایھاالذی آمنوا اتقوا اللّٰہ وقولوا قولاً سدیدا یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع اللّٰہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً"۔

حضرات! یہ نکاح محض رسم ورواج کی پابندی اور محض نفس کے تقاضے کی تکمیل نہیں، نکاح کی سنت ایک عبادت نہیں بلکہ متعدد عبادتوں کا مجموعہ ہے، اس سے ایک حکم شرعی نہیں، درجنوں اور بیسیوں شرعی احکام متعلق اور وابستہ ہیں، اس کا مقام قرآن شریف میں بھی اور حدیث میں بھی ہے اور فقہ کی کتابوں میں تو اس کا مستقل باب ہے، لیکن اس سنت سے غفلت اتنی عام ہے، جتنی کسی اور سنت اور فریضہ سے نہیں، بلکہ اس کو اللہ کی نافرمانی، نفس کی رعونت، شیطان کی اطاعت، رسم ورواج کی پابندی کا میدان بنالیا گیا ہے، اس میں ہماری زندگی کے لیے پورا پیام ہے، اس کا اندازہ آپ قرآن شریف کی ان آیات ہی سے کرسکتے ہیں جن کا پڑھنا خطبہ نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، جو شروع میں پڑھی گئی ہیں، پہلی آیت میں نسل انسانی کے آغاز کا تذکرہ ہے جو اس مبارک موقع پر نہایت مناسب اور فال نیک ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ایک اکیلی ہستی تھی اور ایک رفیقہ حیات جن سے اللہ تعالی نے نسل انسانی کی تخلیق کی جس نے روئے زمین کو بھر دیا، اللہ تعالی نے ان دو ہستیوں میں ایسی محبت والفت اور ان کی رفاقت میں ایسی برکت عطا فرمائی کہ آج دنیا اس کی گواہی دے رہی ہے، تو خدا کے لیے یہ کیا مشکل ہے کہ ان دو ہستیوں سے جو آج مل رہی ہیں ایک کنبہ کو آباد اور ایک خاندان کو شاد و بامراد کردے۔

پھر فرماتا ہے اپنے اس پروردگار سے شرم کرو جس کے نام پر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔

حضرات! ساری زندگی مسلسل اور مکمل سوال ہے، تجارت، حکومت، تعلیم، سب ایک طرح کے سوالات ہیں، ان میں ایک فریق سائل ہے، دوسرا فریق مسئول، پھر ہر سائل مسئول ہے اور ہر مسئول سائل ہے، ہم اپنے معاشرہ میں پست سے پست انسان کے سائل ہیں، اس لیے کہ ایک کی ضرورت دوسرے سے وابستہ ہے، اس سے کوئی فرد بشر بچ نہیں سکتا، یہی متمدن زندگی کا خاصہ ہے، یہ عقد اور یہ نکاح کیا ہے؟ یہ بھی ایک مہذب اور مبارک سوال ہے، ایک شریف خاندان نے ایک دوسرے خاندان سے سوال کیا کہ ہمارے نورعین اور لخت جگر کو رفیقہ حیات کی ضرورت ہے، اس کی زندگی نامکمل ہے، اس کی تکمیل کیجئے، دوسرے شریف خاندان نے اس سوال کو خوشی سے قبول کیا پھر وہ دونوں اللہ کا نام بیچ میں لاکر ایک دوسرے سے مل گئے اور دو ہستیاں جو کل تک ایک دوسرے سے سب سے زیادہ بیگانہ، سب سے زیادہ اجنبی اور سب سے زیادہ دور تھیں وہ ایسی قریب اور یگانہ بن گئیں کہ ان سے بڑھ کر یگانگت اور قرب کا تصور بھی نہیں ہوسکتا، ایک کی قسمت دوسرے سے وابستہ اور ایک کا لطف وانبساط دوسرے پر منحصر ہو گیا، یہ سب اللہ کے نام کا کرشمہ ہے، جس نے حرام کو حلال، ناجائز کو جائز، غفلت اور معصیت کو طاعت وعبادت بنادیا اور زندگیوں میں انقلاب عظیم برپا کردیا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب اس نام کی لاج رکھنا، بڑی خودغرضی کی بات ہوگی کہ تم یہ نام درمیان میں لاکر اپنی غرض پوری کرلو اور کام نکالو، پھر اس پرعظمت نام کو صاف بھول جاؤ اور زندگی میں اس کے مطالبات پورے نہ کرو، آئندہ بھی اس نام کو یاد اور اس کی لاج رکھنا، پھر فرمایا کہ ہاں رشتوں کا بھی خیال رکھنا "واتقوا اللّٰہ الذی تسآء لون به والارحام" اور خدا سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت براری کا ذریعہ بناتے ہو، ڈرو اور ارحام سے بچو، آج ایک نیا رشتہ ہو رہا ہے، اس لیے ضرورت پڑی کہ قدیم رشتوں کا بھی ذکر کردیا جائے کہ اس رشتہ سے قدیم رشتوں کا دور اور ان کے حقوق ختم نہیں ہوجاتے، ایسا نہ ہو کہ بیوی کے رشتہ کو یاد رکھو اور ماں کے رشتہ کو بھول جاؤ، خسر کی خدمت ضروری سمجھو اور اپنے حقیقی اور فطری باپ سے منہ موڑلو، اگر کسی کے دل میں یہ خیال آئے کہ ایسی باتوں کی کون نگرانی کرے گا اور کون ہمیشہ ساتھ رہے گا تو فرمایا "ان اللّٰہ کان علیکم رقیبا" کچھ شک نہیں کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے، اللہ اس پر نگراں ہے، یہ وہ گواہ ہے جو ہر وقت ساتھ رہے گا۔

دوسری آیت میں ایک تلخ مگر ناگزیر حقیقت کو یاد دلایا گیا ہے کہ خدا کے پیغمبر ہی کی شان ہے کہ ایسی محفل مسرت وشادمانی میں ایسی تلخ حقیقت کا ذکر کرے، جس سے آدمی اپنے انجام سے غافل نہ ہونے پائے اور اس دولت پر نظر رکھے جو ساتھ جانے والی اور ہمیشہ ساتھ رہنے والی ہے، یعنی دولت ایمان، فرمایا کہ زندگی کتنی ہی پرمسرت، اقبال مند اور طویل ہو، اس کی فکر رکھنا کہ اس کا اختتام خدا کی فرمانبرداری اور ایمان ویقین پر ہو، یہی وہ حقیقت ہے جس کو دنیا کے ایک کامیاب ترین انسان، جس کو اللہ نے فضل وکمال، دولت واقبال، جاہ وجلال اور حسن وجمال سب کی دولت سے مالا مال کیا تھا، نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد بھی نہ بھولنے پایا، حضرت یوسف علیہ السلام کی وہ دعا یاد کیجئے جو انہوں نے اپنے

زمانہ کے انتہائی عروج اور عزت حاصل کرنے کی حالت میں کی، ان کے الفاظ تھے:"رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی باالصالحین". (سورہ یوسف)

اے میرے پروردگار! تو نے مجھے حکومت بخشی اور مجھ کو باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھایا، زمین وآسمان کے بنانے والے تو ہی دنیا وآخرت میں میرا سرپرست ہے، میرا خاتمہ اسلام پر کر اور انجام کار مجھے صالحین کے ساتھ ملا۔

حضرت فاطمہ سے حضرت علیؓ کا عقد: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو حضورﷺ کی سب سے کم سن صاحبزادی تھیں، اب ان کی عمر ۱۸ رسال کی ہو چکی تھی اور شادی کے پیغام آنے لگے تھے، حضرت علی نے جب درخواست کی تو آپ نے حضرت فاطمہ کی مرضی دریافت کی اور وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار تھا، آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کے لیے کیا ہے؟ بولے کچھ نہیں، آپ نے فرمایا وہ حطینہ کی زرہ کیا ہوئی جو جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی، عرض کی وہ تو موجود ہے، آپ نے فرمایا کہ بس تو کافی ہے۔

ناظرین کو خیال ہو گیا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سوا سو روپے زرہ کے سوا اور کچھ حضرت علی کا جو سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی، حضرت علی نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہرا کے نذر کیا، حضرت علی اب تک آنحضرتﷺ کے ہی پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوگی الگ گھر میں، حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں سے وہ کئی آنحضرتﷺ کو نذر کر چکے تھے، حضرت فاطمہ نے آنحضرتﷺ سے کہا کہ انہی سے اور مکان دلوا دیجئے، آپ نے فرمایا کہاں تک، اب ان سے کہتے کہتے شرم آتی ہے، حارثہ نے سنا تو دوڑ آئے کہ حضور! میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپ کا ہے، خدا کی قسم جو مکان لے لیتے ہیں مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے، غرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہ اس میں ٹھہر گئیں۔

شہنشاہ کونینؐ نے سیدہ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے، حضرت فاطمہ جب نئے گھر میں جالیں تو آنحضرتﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے، دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علی کے سینہ اور بازوؤں پر چھڑکا پھر حضرت فاطمہ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ (بشکریہ نقوش اسلام انڈیا)